از محمد اعظم صاحب مدرس جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں گوجرانوالہ

سیرتِ طیبہ کا پیغامِ امن و عافیت

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ:۔ اے پیغمبر ہم نے تجھ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا (سورہ انبیاء پ ۱۷ - ۱۰۷)

بلاشبہ اسلام کتاب و سنت سے عبارت ہے۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعوت ہی دنیا میں پیش کرنے کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسلام تو سراپا امن و سلامتی ہے اس کے معنی ہی صلح و امن کے ہیں مسلمان جب آپس میں ملتے ہیں تو رنگ ونسل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پیغام کو دنیا میں پہنچایا اور اس پر خود بھی عمل کر کے دکھلایا اسی لئے آپ کی سیرت طیبہ کو اسوہ حسنہ سے تعبیر کیا گیا۔ بلا شبہ انسانیت امن کی آغوش میں ہی پنپ سکتی ہے۔ اسی لئے دنیا میں تحدید اسلحہ اور پائیدار امن کے لئے عالمی سطح پر کوششیں ہو رہی ہیں مگر یہ بات یاد رہے کہ پائیدار امن و عافیت کے لئے سیرت طیبہ سے ہی رہنمائی حاصل کرنا ہوگی۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا تابندہ باب ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ امن و سلامتی کو پروان چڑھانے کے لئے جدوجہد کی۔ پیغام امن و سلامتی کو سمجھنے کے لئے دورِ جاہلیت پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ جب فتنہ و فساد کی سیاہ گھٹاؤں میں افق عالم پر کوئی ستارۂ امید نظر نہیں آتا تھا۔ ظلم و ستم کی ہولناک موجوں میں کشتیٔ مراد پاش پاش ہو کر آخری جھکولے کھا رہی تھی۔ ایران میں فحاشی و بدکاری جزو زندگی بنی ہوئی تھی۔ عوام کی بہو بیٹیوں کی عزت

مرد کی شہوت پرستی کے ہاتھوں کھلونا بن رہی تھی۔ یونان کی حالت یہ تھی کہ غلاموں کو انسانیت کے ابتدائی حقِ زندگی سے بھی محروم کردیا گیا تھا۔ معمولی باتوں پر بپھرے ہوئے شیروں کے سامنے ڈال دینا۔ اور غلاموں کا گوشت ہڈیوں سے جدا کردیا جانا حکمرانوں کا ایک دلچسپ تماشہ تھا۔ جسے دل چاہتا پہاڑ کی چوٹی سے گراکر ہلاک کردیا جاتا۔ ہندوستان کی حالت بھی ابتر تھی انسانوں کو مختلف مدارج میں تقسیم کردیا گیا۔ بیچارہ اچھوت برہمنوں کی اشیاء کو ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا۔ اور نہ ہی عبادت گاہوں میں قدم رکھ سکتا تھا۔ ارضِ فلسطین میں یہودیوں نے نحن ابناء اللہ و احباءہ کا نعرہ لگا رکھا تھا۔ بنی اسرائیل ہی ان کے زعم میں خدا کے لاڈلے بیٹے تھے۔ اور دوسروں کو فضل وکرم کے ذخیرہ سے ایک ریزہ بھی اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔

مدائن سے قسطنطنیہ تک کی سرزمین دو بڑی شہنشاہیتوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ تہذیب کو پامال کیا جارہا تھا۔ شرافت سر پیٹ رہی تھی۔ انسانیت خون کے آنسو رو رہی تھی۔ مگر شہنشاہیت کا سرِ پُرغرور تھا کہ اونچا ہی اونچا ہو رہا تھا اور ان بربادیوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ آبادیاں اجڑ رہی تھیں یعنی انسانوں کی کھوپڑیوں پر قصرِ قیصری و ایوانِ کسریٰ کی شاندار بنیادیں اٹھائی جارہی تھیں۔ سرزمین عرب کا حال سب سے بدتر تھا۔ باہم لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ جو سارے جزیرۂ عرب میں پھیلا ہوا تھا۔ جنگ و جدل سلب ونہب مایۂ فخر وناز تھا۔ قماربازی فخر کی بات تھی۔ شراب نوشی عزتِ نفس کی دلیل اور زناکاری قابلِ تحسین کارنامہ تھا۔ معصوم بچیوں کو زندہ درگور کردینا عظمت و شرافت کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔

اس دورِ جاہلیت وحشت و بربریت میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے پیغامِ امن وعافیت نے دنیا کو امن کا گہوارہ بنادیا۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ اسلام لڑنے جھگڑنے کو پسند نہیں کرتا۔ امن وسلامتی کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شرائط بھی مان لیں جو بظاہر ناروا تھیں۔ اسلام اگر جنگ وجدل کا حامی ہوتا۔ تو مسلمان عمرہ ادا کئے بغیر مدینہ واپس نہ جاتے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے جس کسی نے کسی انسان کو قتل کرڈالا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی۔ قیام وبقائے

امن و عافیت کی جو بلیغ تعبیر قرآن مجید نے اختیار کی ہے اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی موثر پیرایہ بیان ممکن نہیں۔

ندائے صفا وحشت و بربریت کی دنیا میں یکایک ایک صدائے حق بلند ہوئی خدوند قدوس کا ایک مقدس بندہ غار حرا کی خلوت رازسے باہر آیا اور صفا کی چوٹیوں پر کھڑے ہوکر اعلان کیا۔ اے بنی آدم! تم اخوت و محبت کے رشتے کو توڑتے ہو، اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کے جوڑے کو پیدا کیا۔ پھر ان دونوں کی نسل سے گروہ در گروہ مرد اور عورتیں پیدا کیں۔ (جو سطح ارضی کے مختلف حصوں میں پھیل گئیں) (النساء آیت ۱)

جب تمھارا پیدا کرنے والا ایک ہے۔ تمھاری اصل و نسل ایک ہے تمھاری حقیقت و ماہیت ایک ہے تو پھر ملک و وطن کی حد بندی ہے۔ رنگ و روپ کے فرق سے۔ قومی و امری کے امتیاز سے۔ تزاحم و تصادم کیوں؟ اس آیت کی تشریح میں صاحب روح البیان رقم طراز ہیں اے انسانو جس پروردگار نے تم سب کو ایک سلسلہ میں جکڑ دیا ہے اور ایک جڑ کی مختلف شاخیں بنا دیا ہے اس پروردگار سے تعلقات باہمی کے حقوق کی ذمہ داری کے بارہ میں ڈرو ان حقوق کا پورا پورا خیال رکھو اور ان سے غافل نہ ہو (روح البیان ج ۲ ص ۱۶۰) تفسیر منار میں ہے۔ چونکہ خطاب تمام انسانوں سے تھا اور سب کو ایک اخوت کے رشتہ میں جکڑنا مقصود ہے لہذا قرآن کریم نے ”نفس واحدۃ“ فرمایا۔ آدم نہیں فرمایا۔ اس لئے مختلف اقوام و ملل کے درمیان انسانی گھرانے کے جد اعلیٰ کے متعلق مختلف رائے ہے یہود اور جمہور اہل اسلام نسل انسانی کی ابتداء آدم ؑ سے مانتے ہیں بعض دوسری قومیں دوسری شخصیتوں کا نام لیتی ہیں۔ مثلاً اہل ہند برہما کو زنجیر انسانیت کی پہلی کڑی بتاتے ہیں۔ حکماء مغرب چند اصولوں کو خاندان انسانیت کا مبداء قرار دیتے ہیں (سورہ النساء) تفسیر المنار اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حقیقت انسانیت تمام انسانوں کے درمیان مشترک ہے۔ لہذا قرآن کریم اس وحدت حقیقت ہی کی طرف متوجہ کرکے ان سے باہمی الفت و محبت کا مطالبہ کرتا ہے

انسانیت کا مادہ بھی اُنس سے ہے اسی لئے انسان سے تعبیر ہے وہ اپنے انسانی بھائی سے انس و محبت کرتا ہے اسی کی طرف مفکر پاکستان علامہ اقبال ؒ نے اشارہ فرمایا

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی

اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اسلام میں عزت اور برتری کا معیار تقویٰ و پرہیزگاری ہے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہوتا ہے۔

تم کو خاندانوں اور قبیلوں میں اس لیئے تقسیم کردیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ ورنہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو (الحجرات ۲۶) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کے ساتھ محبت کا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نیکی اور بدی کا درجہ برابر نہیں ہوسکتا۔ برائی کا جواب اچھائی کے ساتھ دو اگر تم نے یہ طرز عمل اختیار کیا تو تم دیکھو گے کہ جو کل تمہارا دشمن تھا آج دلی دوست بن گیا ہے بشر انسانیت کے اس بلند مقام پر وہی پہنچ سکتا ہے جو اپنے نفس پر قابو رکھے اور جس کی قسمت میں نیکی و سعادت کا حظ عظیم ہو۔ (حم السجدہ ۳۴-۳۵)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و شقاوت بھری دنیا کو امن و عافیت کا گہوارہ بنانے کے لئے دنیا میں بدامنی و خونریزی کے جو اسباب ہو سکتے ہیں ایک ایک کرکے ان کو ختم کیا۔

شہنشاہیت

دنیا میں فتنہ و فساد کا بڑا سرچشمہ "شہنشاہیت" رہا ہے تاریخ شاہد ہے کہ قصر شاہی کی آبادی اور رونق کے لیئے رعیت کی جھونپڑیاں ہمیشہ اجڑتی رہی ہیں خدا کی زمین اس کے بندوں کے خون سے اسی لیئے سیراب ہوتی رہی ہے تاکہ بادشاہوں کا نخل آرزو برگ و بار لائے۔ خاتم النبیین نے سب سے پہلے فتنہ کی اس جڑ کو صاف کیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے

"اور خدا کو چھوڑ کر ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا پروردگار قرار نہ دے دنیا کا خدا ایک ہے اور حکم بھی یہاں اسی کا جاری ہوگا (آل عمران ۔۳)

اس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں حکم صرف خدا ہی کا چل سکتا ہے یہاں تک کہ جب بنی عامر کے وفد نے آپ سے کہا "انت سیدنا" آپ ہمارے سردار ہیں تو آپؐ نے جواب دیا "السید" اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔

سرمایہ داری سرمایہ داری بھی امن عالم کے لئے بڑا فتنہ رہی ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ وحی ترجمان سے انسانی سوسائٹی کا نقشہ کھینچا جس میں ہر انسان کو خدا کے پیدا کیے ہوئے مسائل معیشت سے استفادہ کا موقع دیا گیا اور ایسی پابندیاں عائد کی گئیں۔ جس سے دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ "یہ اس لئے کیا گیا تا کہ دولت تمھارے سرمایہ داروں میں ہی گردش کرتی نہ رہ جائے (الحشر ۲۸)

جو لوگ اسلام کے اس عادلانہ نظام معیشت سے بغاوت کریں گے اور سوسائٹی کے محتاج اور ضرورت مند طبقہ کو اس سے محروم رکھیں گے۔ ان کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا اور ان کو عذاب الیم کی بشارت دی گئی۔ جو لوگ چاندی و سونے کے ذخیرے جمع کرتے ہیں اور جو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں عذاب الیم کی بشارت دی گئی (سورۃ التوبہ)

بے محل دولت کا استعمال کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں (اسراء) سرمایہ داری کے دو بڑے مظہر ساہوکاری اور جاگیرداری ہیں۔ اسلام نے احتکار۔ اکتناز اور اس کے وسائل سود۔ قمار وغیرہ کو ممنوع قرار دیکر اور وراثت، زکوٰۃ۔ عشر وغیرہ تقسیم دولت کی صورتوں کو لازمی قرار دیکر ان دونوں کے پنپنے کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی۔

نسلی و لسانی تعصبات نسلی و لسانی تعصبات بھی ہمیشہ سے ایسے بُت رہے ہیں جن پر ہزارہا انسانوں کا چڑھاوا چڑھتا رہا ہے۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی سرخ رنگ والے کو کالے رنگ والے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدم کا خمیر مٹی ہے لوگ اپنی قوموں پر فخر کرنا چھوڑ دیں ایسا کرنے والے جہنم کا کوئلہ بنیں گے۔ وہ ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کا نعرہ لگایا۔ زمین اللہ ہی کی ہے۔

مذہبی منافرت مذہب کے نام پر بھی جنگ و جدل کے نعرے بلند ہوتے رہے یہ پیغام محمدی ہی ہے جس نے ہر طرف خدا کی آواز سنائی اور بتایا کہ خدا کی راہنمائی کے لئے ملک و قوم اور زبان کی تخصیص نہیں۔ اس کی نگاہ میں فلسطین ایران۔ ہندوستان۔ اور عرب سب برابر ہیں۔ ہر طرف اس کی رہنمائی کا نور چمکا۔

بے شک آفتاب نبوت اپنی عالم افروز اور جہاں تاب کرنوں کو دنیا کے چپے چپے میں بکھیرتا ہوا طلوع ہو چکا ہے اس لئے ڈوبے ہوئے چاند اور تاروں سے راہنمائی کی جستجو بیکار ہے۔ درحقیقت دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ (آل عمران۔ ۳)

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں! ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

عفو و درگزر

باہمی جھگڑوں کو ختم کرنے اور امن وصلح کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کتاب اللہ اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے

ارشاد خداوندی ہے

درحقیقت جس نے صبر کیا۔ اور بخش دیا تو بے شبہ یہ بڑی ہمت کا کام ہے (الشوریٰ ۲۵)
اور جس نے معاف کیا اور صلح کی راہ اختیار کی تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ (الشوریٰ ۲۵)
خود جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اس آیۃ مبارکہ کی عملی تفسیر ہے دشمنوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ گالیاں دیں۔ دیوانہ و مجنوں کہا۔ آپ کا مذاق اڑایا۔ آپ کے راستہ میں کانٹے بچھائے آپ کے جسم اطہر پر نجاست پھینکی۔ آپ کی جبین انور کو زخمی کیا۔ تیرہ سال مکی دور میں کفار مکہ نے ظلم و ستم کی انتہاء کر دی اور مدینہ طیبہ میں بھی جنگ کی صورت حال برپا رکھی۔ اللہ رب العزت نے جب ۸ھ ہجری کو فتح مکہ کی صورت میں غلبہ عطا فرمایا تو آپ نے اپنے جان و مال عزت وآبرو دین وایمان کے دشمنوں کے متعلق انتہائی رحم دلانہ اور مشفقانہ اعلان کیا۔ کہ آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ جاؤ تم سب آزاد ہو جو چاہو کرو۔ کامل غلبہ کے بعد یہ پہلا پیغام امن وعافیت تھا۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا خلق عظیم آج بھی دنیا کی امن پسند وصلح جو قوموں کے لئے ایک مینارۂ روشنی ہے آئیے! اگر دنیا والے حقیقی امن وعافیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپؐ کی سیرت طیبہ پر عمل کریں۔ ایسی صورت میں یقیناً دنیا امن کا گہوارہ بن جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسوۂ حسنہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

چوہدری عبدالواحد صاحب گوندل

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

سورہ القلم میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلعم کو مخاطب فرما کر کہا ہے۔
بے شک تمہارے اخلاق یقیناً اعلیٰ درجے کے ہیں۔

کوئی انسان جب اپنے شاہکار کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور اس کی تعریف کرتا ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے کہ خالقِ حقیقی اپنی تخلیق کے شاہکار کی تعریف فرما رہے۔ یہ انتہائی پر لطف انداز ہے آیئے دیکھیں خلق کا کیا مطلب ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں الخلق ملكة نفسانية يسهل على المتصف بها الاتيان بالافعال الجميلة : خلق نفس کی اس استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے، اس کے لیے بہترین افعال پر عمل پیرا ہونا آسان ہو جائے۔ عظیم کا مطلب ہے بہت بڑا اور اعلیٰ حاوی ہونے کے لیے ہے۔

مطلب یہ بنتا ہے کہ اخلاقِ حمیدہ اور افعالِ پسندیدہ پر حضور کا قبضہ ہے جو کمالات پہلے انبیاء میں فرداً فرداً اور متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ تمام مجموعی طور پر آپؐ میں موجود تھے۔ ظاہری شکل و صورت اور سیرت و اخلاق دونوں اعتبار سے آپ میں تمام اوصاف تھے۔

حضرت عائشہؓ سے آپؐ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تھا آپ نے جواب میں فرمایا "كان خلقه القرآن"۔ یعنی قرآن مجید میں جن اوصاف اور اچھے اخلاق و عادات کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے آپ کے اندر وہ درجۂ کمال تک تھے اور جن غلط و لغو باتوں اور برے کاموں سے روکا گیا ہے آپ ان سے بالکل پاک تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہے بعثت لاتمم مكارم الاخلاق مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے (ابوحیان)

حضورؐ کا ارشاد ہے ادبنی ربی تادیباً حسنا مجھے اللہ تعالیٰ نے اچھا ادب واخلاق سکھایا ہے ۔جس شاگرد کے استاد خود باری تعالیٰ ہوں اس کی شان کے کیا کہنے اور اس کی حسن تربیت ۔ ادب وعلم کا کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے ظاہر ہے جس قدر استاد بلند پایہ ہوگا شاگرد کا مرتبہ ومقام بھی اس کے مطابق ہوگا حسنِ اخلاق میں مزاج کی نرمی کو ایک خاص مقام حاصل ہے آپ کا مزاج بے حد نرم تھا بڑی بردباری تھی ۔ بڑے ہی تحمل کے مالک تھے ۔ لوگوں کے درشت اور کرخت رویہ کے مقابلہ میں انتہائی صبروتحمل سے کام لیتے تھے ۔ آپؐ خود بھی بڑے نرم خو تھے اور امت کو اس کی تلقین بھی بڑے دلنشین پیرایہ میں کی ہے فرمایا ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف وما لا یعطی علی ماسواہ

(مسلم بروایت عائشہؓ)

اللہ تعالیٰ نرم خو مہربان ہے اور نرم خوئی اس کو محبوب ہے اور اس رویہ پر وہ کچھ دیتا ہے جو سخت رویہ پر نہیں دیتا اور وہ چیز نہیں دیتا سوائے نرمی کے

ایک حدیث میں فرمایا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ

جو نرمی سے محروم ہوا وہ ہر طرح کی بھلائی سے تہی دامن ہوگیا۔

ایک حدیث میں الفاظ یہ ہیں من اعطی حظہ من الرفق اعطی حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ ومن حرم حظہ من الرفق حرم حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ

بروایت حضرت عائشہؓ بحوالہ مشکوٰۃ

جس شخص کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی کا حصہ دیا گیا۔ جو شخص نرم خوئی سے محروم کر دیا گیا گویا کہ وہ دنیا وآخرت کی بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔

یحرم النار علی کل ھین لین قریب سھل ۔ ترمذی بروایت عبداللہ بن مسعود

ہر آہستہ مزاج ۔ نرم طبیعت ۔ لوگوں کے نزدیک ہونے والے اور نرم خو پر آگ حرام کر دی گئی ہے ۔

المؤمنون ھینون کالجمل الانف ان قید انقاد وان انیخ علی صخرۃ استناخ

مومن بردبار نرم خو ہوتے ہیں جیسے مہار دار اونٹ اگر کھینچا جائے تو آگے آجائے اور اگر پتھر پر بٹھایا جائے تو وہاں ہی بیٹھ جائے حضور نے کبھی بھی درشتی

اور سختی کو اختیار نہیں کیا امت کو بھی آپ کی تلقین یہی ہے کہ لوگوں کے لیے آسانی کریں مشکلات پیدا نہ کریں۔ لوگوں کو خوش خبری دیں۔ نفرت کے بیج نہ بوئیں خوف و ہراس نہ پھیلائیں۔

آپ کا فرمان ہے یسروا ولا تعسروا
آسانی کرو لوگوں کے لیے مصیبت نہ بناؤ مشکل نہ بناؤ
بشروا ولا تنفروا
لوگوں کو بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔

آپ نے ہمیشہ آسان کو اختیار کیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو دو جائز کاموں میں سے ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا

ماخیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین قط الا اخذ ایسرھما مالم یکن اثماً
جب بھی دو کاموں میں سے ایک کو کرنے کا آپ کو اختیار دیا گیا تو آپ نے آسان کام کو کیا اگر وہ گناہ نہ تھا۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ہے ھلک المتنطعون۔ حد سے گزرنے والے مبالغہ اور سختی کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

سورہ آل عمران میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس صفت کی یوں تعریف کی ہے
فبما رحمت من اللہ لنت لھم ولو کنت فظاً غلیظ القلب لانفضوا من حولک
اور آپ کا حسن خلق اللہ تعالیٰ کے خاص احسان و رحمت کا نتیجہ تھا (قرطبی)
خدا کی رحمت کے باعث تو ان پر نرم دل ہے اور اگر تو بدزبان سخت دل ہوتا تو یہ سب تیرے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے یعنی حضور کا حسنِ خلق مسلمانوں کی شیرازہ بندی کی وجہ بنا مومنوں کے لیے آپؐ بڑی ہی شفقت کرنے والے تھے اور انتہائی مہربان تھے حضرت ابو امامہؓ باہلی کا ہاتھ پکڑ کر آپؐ نے فرمایا اے ابوامامہ بعض مومن وہ ہیں جن کے لیے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس طرح تعریف کی ہے
لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم التوبہ نمبر ۱۲۸
لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی ایک رسول آئے ہیں، تمہاری تکلیف ان پر شاق گزرتی ہے اور ان کو تمہاری بہبود کا ہوکا ہے اور مسلمانوں پر وہ نہایت شفیق اور

مہربان ہیں فظاً سے مراد یہاں سخت کلام ہے کیونکہ اس کے بعد غلیظ القلب کا لفظ ہے یعنی سخت دل۔ نبی صلعم عام طور پر زبان بھی بڑی نرم استعمال کرتے تھے تشدد والے سخت لفظ استعمال کرنے سے پرہیز کرتے تھے اور دل کی نرمی نے مسلمانوں کو آپ کا والا و شیدا بنا دیا تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو فرماتے ہیں میں رسول اکرم کی صفتوں کو اگلی کتابوں میں بھی پاتا ہوں کہ آپ سخت کلام۔ سخت دل، بازاروں میں شور مچانے والے اور برائی کا بدلہ برائی سے لینے والے نہیں بلکہ درگزر کرنے والے اور معافی دینے والے ہیں۔

امام ترمذی نے ایک غریب حدیث میں حضورؐ کا فرمان اس طرح بیان کیا ہے لوگوں کی خیر خواہی، ان کی دلجوئی، آؤ بھگت، ان سے چشم پوشی کرنے کا مجھے خدا تعالیٰ کی جانب سے اسی طرح حکم دیا گیا ہے جس طرح فرائض کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلعم نے کسی سوال کے جواب میں "نہیں" کبھی نہیں کہا (مسلم) حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جنت کے اندر سب سے زیادہ تعداد میں لوگوں کو لے جانے والی چیز تقویٰ اور حسنِ اخلاق ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے خود سنا حضورؐ فرما رہے تھے مومن حسن اخلاق کی وجہ سے قائم اللیل (رات کو ہمیشہ قیام کرنے والا) اور صائم النہار (دن کو ہمیشہ روزہ رکھنے والا) کا درجہ پا لیتا ہے (ابو داؤد)

حضرت عائشہؓ حضورؐ سے بیان کرتی ہیں۔

ان الرفق لایکون فی شیئ الا زانہ ولا ینزع من شیئ الا شانہ (مسلم)

نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کر لی جاتی ہے۔ اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ نرمی اور نرم روی احکام الٰہی کی خلاف ورزی کے معاملہ میں نہ تھی یہ عام طور پر حضورؐ نبی صلعم کے ذاتی حق سے متعلق ہے لیکن خدا کے معاملہ میں آپ اس سختی سے کام لیتے تھے جس کا خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

حضورؐ کو کفار و مشرکین نے بہت ستایا۔ ہر طرح کی تکالیف دیں۔ بدسلوکی کی انتہا کر دی لیکن آپ ان کے اس برے سلوک سے دل برداشتہ ہو کر نہ خاموش ہی ہوئے نہ کنارہ کشی اختیار کی۔ جوابی طور پر بدسلوکی پر کبھی نہیں اترے حالانکہ آپ کے مخالفین عداوت میں بالکل اندھے

ہو چکے تھے آپ نے کسی سے بھی ذاتی انتقام نہیں لیا۔ بائیس سال تک مسلسل جن لوگوں نے آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی جب وہ سب کے قبضہ میں تھے اور بے قرار تھے کہ ہمارے سرتن سے اب جدا ہونے والے ہیں آپ نے فرمایا جاؤ تم آزاد ہو تم کو کچھ بھی نہیں کہا جائے گا انسانی تاریخ میں نرم خوئی کی اس جیسی کوئی دوسری مثال موجود نہیں کہ اس قدر بڑی تعداد میں دشمنوں کو معاف کر دیا جائے اس عفوِ عام کے اثرات بھی بے مثال ہوئے فتح مکہ کے اس موقع پر چار ہزار کفار مسلمان ہوئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آپ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا کسی مرد پر بھی جہاد فی سبیل اللہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔

حضرت انسؓ بن مالک فرماتے ہیں میں نے دس سال رسولِ اکرمؐ کی خدمت کی لیکن ایک دن بھی آپ نے مجھے اف تک نہیں کہا بعض دفعہ کسی کرنے والے کام کو میں نے نہ کیا یا نہ کرنے والا کر دیا ڈانٹ ڈپٹ تو درکنار آپ نے کبھی یہ تک نہ فرمایا "لم فعلتہ ھذا" تونے ایسا کیوں کیا ؟

امام ترمذی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ رسولِ خدا نے کبھی اپنے خادم کو سخت آواز سے جھڑکا نہیں اور بدلہ لینے کے لیے کسی کو ایذا نہیں دی

صحاح میں روایت ہے کہ آپ نے کبھی مجلس میں اصحاب کے سامنے پاؤں مبارک نہیں پھیلائے۔ آپ کی ملاقات کے لیے جب کوئی آتا تھا تو جب تک وہ بیٹھا رہتا آپ اٹھتے نہیں تھے جب بھی آپؐ کو کوئی پکارتا۔ یا رسول کہہ کر بلاتا آواز دیتا آپؐ جواب میں لبیک کا لفظ فرمایا کرتے تھے۔

آپ اپنے آپ کو ساتھیوں کے برابر سطح پر رکھنے کا عام طور پر اہتمام وخیال کرتے تھے۔ یہ بات اَن گنت واقعات سے ثابت ہوتی ہے۔ میں ایک واقعہ کا ذکر کرتا ہوں جس کو امام طبری نے نقل کیا ہے ایک سفر میں حضرتؐ نے اصحابؓ سے فرمایا آج ایک بکری کے کباب بنانا چاہتا ہوں سب نے عرض کی بہت بہتر۔ ہر ایک صحابی نے ایک ایک کام اپنے ذمے لے لیا۔ ایک نے بکری ذبح کی۔ دوسرے نے کھال اتاری تیسرے نے گوشت بنایا۔ ایک نے قیمہ بنایا۔ ایک نے اس کو پکانا اپنے ذمے لے لیا سب لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہو گئے آپ خاموشی سے گئے اور جنگل سے لکڑیوں کا گٹھا اکٹھا کر کے لے آئے صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے یہ تکلیف کیوں کی یہ بھی

ہم میں سے کوئی کر لیتا آپ نے فرمایا حق تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں میں ممتاز ہو کر بیٹھے اور دوستوں میں شریک نہ ہو۔ آقا اور خادم میں فرق کرنے کے لیے ہجرت کے بعد مدینہ پاک میں داخل ہوتے وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ایک چادر سے آپ پہ سایہ کر دیا کیونکہ خادم و مخدوم میں برابری کی وجہ سے لوگوں کے لیے حضورؐ کو شناخت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ مدینہ کی لونڈیوں میں سے کوئی لونڈی رسول اکرم کو جہاں چاہتی اپنے کام کے لیے لے جاتی آپ انکار نہیں کرتے تھے اور اس کا کام کر دیتے تھے۔
نماز فجر کے بعد کئی غلام اور لونڈیاں برکت کے لیے آپ کا ہاتھ مبارک پانی میں ڈلوانے کے لیے جمع ہو جاتے تھے آپ کسی کو بھی مایوس نہ کرتے تھے سب برتنوں میں ہاتھ ڈالتے جاتے تھے۔ سردیوں میں آپ کو تکلیف بھی ہوتی تھی لیکن اس کے باوجود کسی کی دل شکنی نہ کرتے تھے۔
حضرت انسؓ بن مالک کے ایک بھائی نے ایک چڑیا پالی ہوئی تھی جس کو عربی میں نغیر کہتے ہیں۔ اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی۔ رسولؐ اکرم اس کے گھر گئے گویا یہ تشریف لے جانا تعزیت تھا۔ آپ نے فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابا عمیر تمہاری چڑیا نے کیا گل کھلایا۔ یہ خوش طبعی کے لیے تھا کہ بچہ سن کر خوش ہو اور رنج ختم ہو۔ آپ کی خوش خلقی اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی ان کی خوشی کی بات کرتے تھے اور ان کو اسلام کیا کرتے تھے۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا ہے ایمان والا آدمی نیک اخلاق کی وجہ سے صائم الدھر اور قائم اللیل کے درجہ کو پہنچے گا
ایک حدیث میں ہے کہ جب آئت " خذ العفو " نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت جبریلؑ سے اس کی تفسیر پوچھی انہوں نے فرمایا

اوتیت بمکارم الاخلاق ان تصل من قطعک وتعطی من حرمک وتعفو عمن ظلمک (فتح العزیز)

یعنی یہ آیت آپ کو بہترین اخلاق کی تعلیم دیتی ہے یہ کہ آپ اس سے ملیں جو آپ سے کٹتا ہے اور جو آپ کو دیتا نہیں آپ کو محروم رکھتا ہے اس کو دیں اور جو آپ پر ظلم کرتا ہے اس کو معاف کر دیں۔ یقیناً رسولؐ اکرم نے ان سب مرتبوں کو انتہا کے درجہ تک پہنچایا تھا۔